مقالات

بشارات الانبیاءؑ

نبوت محمدی صلعم کے متعلق انبیائے سابقین کی پیشین گوئیاں

(۳)

از جناب مولوی فضل حق صاحب

گذشتہ دو اشاعتوں میں جو آٹھ مقدمات بیان کیے گئے ہیں، امید ہے کہ وہ ناظرین کے پیش نظر ہوں گے۔ اب ہم ان اٹھارہ بشارتوں کو نقل کر کے ہر ایک پر مفصل کلام کریں گے، جو اہل کتاب کی معتبر کتابوں میں پائی جاتی ہیں۔

پہلی بشارت

کتاب استثنا، باب ۱۸ میں ہے :-

"اور خداوند نے مجھے کہا کہ انہوں نے جو کچھ کہا سو اچھا کہا۔ میں ان کے لیے ان کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے فرماؤں گا وہ سب ان سے کہے گا۔ اور ایسا ہو گا کہ جو کوئی میری باتوں کو جنہیں وہ میرا نام لے کے کہے گا نہ سنے گا تو میں اس کا حساب اس سے لوں گا۔ لیکن وہ نبی جو ایسی گستاخی کرے کہ کوئی بات میرے نام سے کہے جس کے کہنے کا میں نے اُسے حکم نہیں دیا یا اور معبودوں کے نام سے کہے تو وہ نبی قتل کیا جاوے۔ اور اگر تو اپنے دل میں کہے کہ میں

کیوں کر جانوں کہ یہ بات خدا وند کی کہی ہوئی نہیں۔ تو جان رکھ کہ جب نبی خداوند کے نام سے کچھ کہے اور وہ جو اس نے کہاہے واقع نہ ہو یا پورا نہ ہو تو وہ بات خداوند نے نہیں کہی بلکہ اس نبی نے گستاخی سے کہی ہے تو اس سے مت ڈر (آیت ۱۷ - ۲۲)۔

اس کا مصداق کون ہے | احبار یہود کہتے ہیں کہ یہ بشارت حضرت یوشع علیہ السلام کے حق میں ہے۔ پروٹسٹنٹ علماء حضرت عیسیٰ کو اس کا مصداق قرار دیتے ہیں۔ لیکن بشارت کے الفاظ اور دوسرے قرائن بتارہے ہیں کہ اس کا مصداق محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی دوسرا نہیں ہوسکتا۔ اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:-

۱۔ اپنے تیسرے مقدمہ میں ہم ثابت کرچکے ہیں کہ حضرت عیسیٰ کے زمانے میں بھی یہودی اس نبی کی آمد کے منتظر تھے جس کی بشارت اس باب میں دی گئی ہے۔ اسی سے ظاہر ہے کہ یوشع علیہ السلام کو اس پیشین گوئی کا مصداق ٹھیرانے کا خیال حضرت عیسیٰ کے زمانے تک یہودیوں کے ذہن میں پیدا نہیں ہوا تھا۔ بعد میں جب عیسائیوں نے اس کو جناب مسیح پر چسپاں کیا تو یہودیوں نے ان کی ضد میں حضرت یوشع کو اس کا مصداق قرار دینے کی کوشش کی۔

۲۔ بشارت میں لفظ "مجھ سا" استعمال کیا گیا ہے، جس سے مراد یہ ہے کہ وہ آنے والا نبی حضرت موسیٰ کے مانند ہوگا مگر حضرت یوشع اور حضرت عیسیٰ دونوں میں سے کوئی بھی حضرت موسیٰ کے مانند نہیں ہے۔ اول تو خود توارت ہی میں یہ تصریح ہے کہ بنی اسرائیل میں کوئی نبی موسیٰ علیہ السلام کے مانند نہیں اٹھا۔

"اب تک بنی اسرائیل میں موسیٰ کی مانند کوئی نبی نہیں اٹھا جس سے خداوند آمنے سامنے آشنائی کرتا"۔ (استثناء باب ۳۴ - آیت ۱۰)۔

دوسرے یوشع علیہ السلام کے حالات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان میں اور موسیٰ علیہ السلام میں

کوئی مماثلت نہیں کیونکہ موسیٰ علیہ السلام ایک کتاب اور نئی شریعت لائے جو امر و نہی کے احکام پر مشتمل تھی، اور یوشع علیہ السلام کوئی نئی شریعت نہیں لائے بلکہ شریعت موسوی کے تابع رہے اسی طرح حضرت عیسیٰ اور حضرت موسیٰ میں بھی پوری مماثلت نہیں پائی جاتی، کیونکہ نصاریٰ کے نزدیک عیسیٰ علیہ السلام تو اِلٰہ اور خداوند تھے اور موسیٰ علیہ السلام خداوند کے بندے تھے عیسیٰ علیہ السلام اپنے پیروؤں کے اعتقاد کی رو سے اپنی امت کے بدلے میں لعنت کیے گئے، جیسا کہ پولوس نے گلتیوں کے نام اپنے خط میں تصریح کہا ہے (دیکھو گلتیوں باب ۳ - آیت ۱۳) مگر موسیٰ علیہ السلام کبھی لعنت نہیں کیے گئے۔ عیسیٰ علیہ السلام مرنے کے بعد دوزخ میں ڈالے گئے جیسا کہ اہل تثلیث کے عقائد میں بالفاظ صریح بیان کیا گیا ہے، مگر موسیٰ علیہ السلام دوزخ میں نہیں گئے حضرت عیسیٰ کو حسب اعتقاد نصاریٰ صلیب دی گئی تاکہ وہ اپنی امت کے لیے کفارہ بنیں، لیکن حضرت موسیٰ کو نہ صلیب دی گئی اور نہ وہ کسی کے لیے کفارہ بنے۔ سب سے بڑی چیز جو ان دونوں میں مثلیت کی نفی کرتی ہے، یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام ایک ایسی شریعت لائے جو حدود اور تعزیرات اور احکام غسل و طہارت اور امتیاز حلال و حرام پر مشتمل تھی۔ بخلاف اس کے عیسیٰ علیہ السلام کا مذہب ان سب چیزوں سے خالی ہے، جیسا کہ عیسائیوں کی انجیلوں سے ظاہر ہے۔ پھر یہ فرق بھی نمایاں ہے کہ حضرت موسیٰ اپنی قوم میں فرمانروا تھے اور ان کے امر و نہی کا نفاذ ایک بادشاہ کے احکام کی طرح ہوتا تھا۔ مگر عیسیٰ علیہ السلام ایسے نہ تھے۔

۳۔ اس بشارت میں نبی موعود کی دوسری علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ "اُن کے بھائیوں میں سے" ہوگا۔ جب یہ پیشین گوئی کی گئی ہے اس وقت ۱۲ اسباط سب کے سب موسیٰ علیہ السلام کے پاس موجود تھے۔ پس اگر مقصود یہ ہوتا کہ نبی موعود انہی میں سے کسی کی نسل میں پیدا ہوگا تو "اُن کے بھائیوں میں سے" نہ کہا جاتا بلکہ "اُن میں سے" کہا جاتا۔ ان کے بھائیوں میں سے کہنے کے صاف

معنی یہ ہیں کہ نبی موعود ۱۲ اسباط میں سے کسی کی بھی صلب سے نہ ہوگا۔ بنی اسرائیل کے بھائیوں سے مراد توراۃ میں متعدد مقامات پر حضرت اسماعیل اور ان کی اولاد ہیں۔ چنانچہ پیدائش باب ۱۶۔ آیت ۱۲ میں حضرت ہاجرہ سے اللہ تعالیٰ کے جس وعدہ کا ذکر کیا گیا ہے اس میں یہ الفاظ بھی پائے جاتے ہیں:۔

"وہ اپنے سب بھائیوں کے سامنے بود و باش کرے گا"

اسی کتاب کے باب ۲۵۔ آیت ۱۸ میں اولاد اسماعیل کے نام گنانے کے بعد لکھا ہے:

"اور وے حویلہ سے شور تک جو مصر کے سامنے اس راہ میں ہے جس سے اسور کو جاتے ہیں بستے تھے ان کا قطعہ زمین ان کے سب بھائیوں کے سامنے پڑا تھا"۔

یہاں اولاد اسماعیل کے بھائیوں سے مراد بنی اسحاق ہیں۔

پھر کتاب گنتی کے باب ۲۰ آیت ۱۴ میں ہے۔

"تب موسیٰ نے قادس سے ادوم کے بادشاہ کو ایلچی کے ہاتھ یوں کہلا بھیجا کہ تیرے بھائی اسرائیل نے کہا ہے کہ وے سب تکلیفیں جو ہم پر آن پڑیں تو جانتا ہے"۔

اور استثناء باب دوم میں ہے:۔

"پھر خداوند نے مجھے خطاب کر کے فرمایا..... اور تو ان لوگوں سے کہہ کہ تم کو اب اپنے بھائیوں بنی عیسو کے سوانوں پر ہو کے گذرنا ہوگا۔ وے شعیر میں رہتے ہیں اور وے تم سے ہراساں ہوں گے....... سو جب ہم اپنے بھائیوں بنی عیسو کے سامنے سے جو شعیر میں رہتے ہیں میدان کی راہ سے ایلات اور عصیون جبر سے ہو کے گذر گئے الخ" (آیت ۲-۴-۸)۔

یہاں بنی اسرائیل کے بھائیوں سے بنی عیسو بن اسحاق مراد ہیں۔ مگر اس میں کوئی شک

نہیں کہ بنی عیسو بھی بنی اسرائیل ہی میں سے ہیں! اور ان کے لیے بنی اسرائیل کے بھائیوں کا لفظ جو توراۃ کے بعض مقامات میں استعمال ہوا ہے، محض ایک مجازی استعمال ہے، اور حقیقت کو چھوڑ کر مجازی معنی لینا اس وقت تک جائز نہیں جب تک کہ لفظ کو معنی حقیقی پر محمول کرنے میں کوئی مانع قوی نہ ہو۔ ظاہر ہے کہ یہاں کوئی قوی کیا ضعیف مانع بھی نہیں ہے، لہذا یوشع اور عیسیٰ علیہما السلام جو خود بنی اسرائیل میں سے تھے، وہ نبی موعود نہیں ہو سکتے جو بنی اسرائیل کے بھائیوں میں سے آنے والا تھا۔

۴۔ بشارت میں کہا گیا ہے کہ "ایک نبی برپا کروں گا"۔ لیکن یوشع علیہ السلام اس وقت حضرت موسیٰ کے پاس حاضر، اور بنی اسرائیل میں داخل، اور نبوت سے سرفراز تھے۔ پھر ان پر لفظ "برپا کروں گا" کیسے صادق آسکتا ہے۔

۵۔ بشارت میں یہ بھی ارشاد ہوا ہے کہ "اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا"۔ یہ اشارہ ہے اس امر کی طرف کہ اس نبی پر کتاب نازل ہوگی اور وہ امی ہوگا جس کو کلام زبانی یاد کرایا جائے گا۔ یہ دونوں باتیں حضرت یوشع میں نہیں پائی جاتیں۔ لہذا اس وجہ سے بھی یہ بشارت ان سے متعلق نہیں ہو سکتی۔

۶۔ بشارت میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں کہ "جو کوئی میری باتوں کو جنہیں وہ میرا نام لے کے کہے گا نہ سنے گا تو میں اس کا حساب اس سے لوں گا"۔ ۱۸۴۴ء کے عربی ترجمے میں "حساب لوں گا" کے بجائے اکون المنتقم من ذالک لکھا ہے، یعنی میں اس سے اس کا انتقام لوں گا" انگریزی ترجمہ میں (I will require it of him.) کے الفاظ لکھے ہیں، یعنی "میں اس سے اس کا محاسبہ کروں گا" یہ بات اُن امتیازی خصوصیات میں سے ہے جن کو موعود کی علامت کے طور پر بیان کیا گیا ہے، یعنی اولاً وہ بنی اسرائیل کے بھائیوں میں سے

ہوگا، ثانیاً وہ موسیٰ کے مانند ہوگا، ثالثاً اس کے منہ میں اللہ اپنا کلام ڈالے گا، رابعاً جو کوئی اس کی بات نہ سنے گا اس سے اللہ تعالیٰ انتقام لے گا یا محاسبہ کرے گا۔ اس کے بعد دوسری علامتیں بھی بتائی گئی ہیں اور یہ سب ایسی علامتیں ہیں اور ہونی چاہئیں جن کا ظہور لوگوں کے سامنے ہو تاکہ وہ اس نبی کو دوسرے انبیاء سے ممتاز کر سکیں۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ منکرین سے اللہ تعالیٰ کے جس انتقام یا محاسبہ کا ذکر کیا گیا ہے اس سے مراد اخروی عذاب نہیں ہو سکتا، اس لیے کہ نہ تو انکارِ نبی پر آخرت کا عذاب کسی خاص نبی کے منکرین کے لیے مختص ہے (وہ تو تمام انبیاء کے منکرین کے لیے عام ہے) اور نہ منکرین پر آخرت کا عذاب کوئی ایسی علامت ہے جس سے اس دنیا میں کسی نبی کو دوسرے انبیاء سے ممتاز کیا جا سکتا ہو۔ لہٰذا یہاں انتقام اور محاسبہ سے مراد لازماً اسی دنیا کے اندر انتقام اور محاسبہ ہونا چاہیے۔ اور یہ ناقابلِ انکار واقعہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو وہ قوت دی ہی نہیں گئی تھی جس سے وہ انکار کرنے والوں کو کسی قسم کی سزا دے سکتے۔ ان کی شریعت احکام حدود و قصاص اور تعزیر و جہاد سے خالی ہے۔

۷۔ کتاب الاعمال کے باب سوم میں ہے۔

"پس توبہ کرو اور متوجہ ہو کہ تمہارے گناہ مٹائے جائیں تاکہ خداوند کے حضور سے تازگی بخش ایام آویں۔ اور یسوع مسیح کو پھر بھیجے جس کی منادی تم لوگوں کے درمیان آگے سے ہوئی۔ ضرور ہے کہ آسمان اُسے لیے رہے اس وقت تک کہ سب چیزیں جن کا ذکر خدا نے اپنے سب پاک نبیوں کی زبانی شروع سے کیا اپنی حالت پر آویں۔ کیونکہ موسیٰ نے باپ دادوں سے کہا کہ خداوند جو تمہارا خدا ہے تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لیے ایک نبی میرے مانند اٹھا دے گا جو کچھ وہ تمہیں کہے اس کی سب سنو۔ اور ایسا ہوگا کہ ہر نفس جو اس نبی کی نہ سنے وہ قوم میں سے نیست کیا جائیگا۔ (آیت ۱۹-۲۳)

یہ عبارت صاف دلالت کر رہی ہے کہ یہ نبی موعود عیسیٰ علیہ السلام کے ماسوا ہے، اور یہ کہ اس نبی کے ظہور تک ضرور ہے کہ آسمان عیسیٰ علیہ السلام کو لیے رہے۔ جو کوئی مسیحیت کے باطل تعصب سے خالی ہو کر پطرس کی اس عبارت پر غور کرے گا اس پر یہ بات ظاہر ہو جائے گی کہ پطرس کا یہی قول مسیحی علماء کے اس دعوے کو باطل کرنے کے لیے کافی ہے کہ یہ بشارت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں ہے۔ یہ ساتوں وجوہ جن کا ذکر ہم نے کیا ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں پوری طرح صادق آتی ہیں۔

اولاً آنحضرت صلعم بہت سے امور میں موسیٰ علیہ السلام کے مماثل ہیں۔ مثلاً آپ اللہ کے بندے اور رسول ہیں جس طرح موسیٰ علیہ السلام تھے۔ آپ ماں اور باپ سے پیدا ہوئے۔ نکاح کیے اور صاحب اولاد ہوئے۔ آپ کی شریعت سیاسات مدنیہ پر مشتمل ہے۔ آپ جہاد پر مامور ہوئے۔ آپ کی شریعت میں عبادت کے لیے طہارت لازم کی گئی۔ آپ کی شریعت میں جنبی اور حائضہ اور نفساء کے لیے غسل واجب کیا گیا۔ آپ کے یہاں لباس کو بول و براز سے پاک رکھنے کا حکم دیا گیا۔ آپ کی شریعت میں اس جانور کا کھانا حرام کیا گیا جو ذبح نہ کیا گیا ہو یا جس کو بتوں پر قربان کیا گیا ہو۔ آپ کے ہاں بدنی عبادات اور جسمانی ریاضات کا حکم دیا گیا۔ آپ کو زنا کی حد جاری کرنے کا حکم دیا گیا۔ حدود اور تعزیرات اور قصاص کے احکام دیئے گئے اجرائے حدود کی قوت آپ کو دی گئی۔ سود حرام کیا گیا۔ اللہ کے سوا دوسرے معبودوں کی طرف دعوت دینے والوں سے مقابلہ پر آپ مامور ہوئے۔ توحید خالص کی تعلیم آپ کے ذریعہ سے دی گئی۔ آپ کی امت کو حکم دیا گیا کہ وہ آپ کو اللہ کا بندہ اور رسول کہے نہ کہ ابن اللہ یا خداوند۔ آپ نے طبیعی موت سے وفات پائی اور موسیٰ علیہ السلام کی طرح دفن کیے گئے۔ آپ اپنی امت کی خاطر لعنت نہیں کیے گئے۔ یہ اور ایسے ہی بہت سے امور ہیں جن میں عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور موسیٰ علیہ السلام کے درمیان مماثلت

پائی جاتی ہے۔ چنانچہ اسی بنا پر قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے کہ اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا۔ یعنی ہم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجا ہے جو تم پر نگران ہے اسی طرح جس طرح ہم نے فرعون کی طرف ایک رسول (یعنی موسیٰ علیہ السلام) کو بھیجا تھا۔

ثانیاً۔ آپ بنی اسرائیل کے بھائیوں یعنی بنی اسمٰعیل میں سے ہیں۔

ثالثاً آپ پر کتاب نازل ہوی اور اللہ کا کلام آپ کے منہ میں ڈالا گیا کیونکہ آپ امی تھے۔

رابعاً آپ نے اپنی طرف سے کچھ نہ کہا بلکہ جو کچھ آپ پر وحی کیا گیا وہی کہا۔ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى۔

خامساً آپ کو جہاد کا حکم دیا گیا اور اسی ذریعہ سے اللہ نے صنادید قریش اور قیاصرہ واکاسرہ اور ان سب سے انتقام لیا جنہوں نے وہ باتیں نہ سنیں جو آپ نے اللہ کی طرف سے ان کو سنائی تھیں۔

سادساً آپ نزول مسیح سے قبل تشریف لائے اور آسمان کے لیے ضرور ہوا کہ آپ کے ظہور تک حضرت مسیح کو لیے رہے۔

سابعاً آپ ہی کے ذریعہ سے وہ سب چیزیں جن کا ذکر خدا نے سب پاک نبیوں کی زبانی شروع سے کیا تھا اپنی حالت پر پلٹ آئیں۔ شرک اور بت پرستی کی جڑ اس طرح کٹ گئی کہ دنیا میں اب کوئی مذہب فروغ نہیں پاسکتا جب تک کہ وہ توحید کو بطور اصل الاصول کے تسلیم نہ کرے۔

۸۔ اس بشارت میں یہ بھی تصریح کر دی گئی ہے کہ جو نبی اللہ کی طرف وہ باتیں منسوب کرے گا جن کا اسے حکم نہیں دیا گیا ہے وہ قتل کیا جائیگا۔ آپ دیکھو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ

اللہ تعالیٰ کے نام سے کہا وہ اگر فی الواقع اللہ کی طرف سے نہ ہوتا تو آپ ضرور قتل کیے جاتے جو قرآن میں بھی وہی بات کہی گئی ہے، جو تورات میں ارشاد ہوئی ہے۔ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ۔ لیکن چونکہ آپ نے سب کچھ سچ سچ اللہ ہی کی طرف سے کہا اس لیے آپ قتل نہ کیے گئے، اللہ نے آپ کو لوگوں کے شر سے بچانے کا ذمہ لیا۔ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ۔ آپ کے ہزاروں لاکھوں دشمنوں میں سے کوئی بھی آپ پر قابو نہ پاسکا یہاں تک کہ آپ رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ بخلاف اس کے خود عیسائیوں کے قول کے بموجب عیسیٰ علیہ السلام قتل کیے گئے اور صلیب پر چڑھائے گئے۔ اس سے بڑھ کر غیر معقول بات اور کیا ہوسکتی ہے کہ ایک طرف مسیحی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مقتول و مصلوب ہونے کا بھی اقرار کرتے ہیں اور دوسری طرف وہ پیشین گوئی بھی آپ کے حق میں چسپاں کرتے ہیں جس میں صاف کہا گیا ہے کہ جھوٹا نبی قتل کیا جائیگا۔

۹۔ اس بشارت میں نبی کاذب کی ایک علامت یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ خدا کے نام سے جو خبریں وہ دیگا وہ پوری نہ ہوں گی۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جتنی خبریں دیں وہ سب پوری ہوئیں۔ بعض کا ظہور آپ کے زمانہ ہی میں ہوگیا مثلاً ایران پر روم کا غلبہ، مشرکین پر آپ کا فتح یاب ہونا، مسجد حرام میں مسلمانوں کا داخل ہونا۔ اور بعض کی صداقت آپ کے صحابہ کے دور میں ظاہر ہوئی مثلاً مصر اور بلاد قیصر و کسریٰ کی فتح، اور فئۃ باغیہ کی سرکوبی۔ اور بکثرت خبریں ایسی ہیں جن کو آپ کے زمانے کے لوگ سمجھ بھی نہ سکے تھے مگر از منۂ مابعد میں پے در پے ان کی صداقت ظاہر ہوتی چلی گئی حتیٰ کہ یہ سلسلہ جاری ہے۔ لہٰذا اس معیار پر بھی آپ کی نبوت پوری اترتی ہے۔

۱۰۔ علمائے یہود میں سے بہتوں نے تسلیم کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ نبی ہیں جن کی بشارت توراۃ میں دی گئی ہے۔ ان میں سے جو حق پسند تھے وہ مسلمان بھی ہوگئے اگر جن پر نسلی

تعصب کا غلبہ تھا انہوں نے یہ جان لینے کے باوجود آپ پر ایمان لانے سے انکار کیا بالکل اسیطرح جس طرح قیافا نے (جو کاہنوں کا رئیس اور یوحنا کے بقول نبی تھا) عیسیٰ علیہ السلام کا مسیح ہونا جان لینے کے باوجود آپ سے کفر کیا اور آپ کے قتل کا فتویٰ دیا (ملاحظہ ہو یوحنا باب ۱۱ و باب ۱)

حدیث میں مخیریق یہودی کے متعلق مروی ہے کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی صفات اور آثار نبوت سے پہچان لیا تھا۔ مگر اس پر اپنے مذہب کی الفت غالب آگئی اور وہ اسی کا متبع رہا یہاں تک کہ جب احد کی لڑائی کا دن آیا۔ (اور وہ یوم السبت تھا) تو اس نے کہا کہ اے قوم یہود خدا کی قسم تم کو معلوم ہو جائیگا کہ تم پر محمدؐ کی فتح یقیناً ہوگی۔ لوگوں نے کہا کیا اس وجہ سے کہ آج سبت کا دن ہے۔ اس نے کہا سبت کا اس میں کچھ دخل نہیں۔ پھر اس نے اپنے ہتھیار سنبھالے اور لڑنے نکلا۔ چلتے چلتے اس نے وصیت کی کہ اگر میں آج مارا جاؤں تو میرا مال محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حوالہ کر دیا جائے۔ وہ اللہ کی ہدایت کے مطابق اسے جس طرح چاہیں خرچ کریں۔ جب وہ مارا گیا تو حضور نے فرمایا مُخیریق بہترین یہودی تھا۔ اس کے اموال آپ کے قبضہ میں آئے اور مدینہ میں صدقات رسول اللہ صلعم کا بیشتر حصہ انہی پر مشتمل تھا

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت المدارس تشریف لے گئے اور فرمایا تم میں جو سب سے زیادہ عالم ہو اس کو لاؤ۔ انہوں نے کہا وہ عبد اللہ بن صوریا ہے۔ آنحضرت صلعم اس کو خلوت میں لے گئے اور اس کو دین موسیٰ اور ان نعمتوں کی قسم دی جو بنی اسرائیل پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی تھیں۔ اور اس سے پوچھا کیا تو جانتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ اس نے کہا یقیناً آپ رسول اللہ ہیں اور جو کچھ میں سمجھتا ہوں وہی دوسرے یہودی بھی سمجھتے ہیں آپ کی صفات اور نشانیاں توراۃ میں صاف مذکور ہیں، مگر وہ آپ سے حسد رکھتے ہیں۔ حضور نے فرمایا پھر تجھ کو کس چیز نے۔

روک رکھا ہے۔ اس نے کہا میں اپنی قوم کے خلاف عمل کرنا نہیں چاہتا بعید نہیں کہ وہ آپکا اتباع قبول کرکے مسلمان ہوجائیں، پھر میں بھی اسلام لے آونگا۔

حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے اور قبا پر اترے تو میرے باپ اور چچا حیی بن اخطب اور ابویاسر بن اخطب دوسرے روز صبح سویرے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آفتاب غروب ہوئے تک وہیں رہے مغرب کے بعد وہ پلٹے تو اس طرح کہ تکان اور ضعف کے مارے گرے پڑتے تھے۔ میں دوڑکر ان کے پاس گئی۔ مگر ان میں سے کسی نے میری طرف التفات نہیں کیا کیوں کہ ان ایسا معلوم ہوتا تھا کہ غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا ہے۔ میرے چچا ابویاسر نے میرے باپ سے کہا کیا واقعی یہ شخص وہی نبی ہے؟ اس نے جواب دیا ہاں واللہ۔ اس نے پوچھا کیا تم اس کو اچھی طرح پہچان گئے اور تم کو یقین ہوگیا؟ اس نے جواب دیا ہاں۔ اس نے پوچھا پھر کیا ارادہ ہے؟ اس نے جواب دیا جب تک زندہ ہوں اس کی دشمنی پر قائم رہوں گا۔

چند اعتراضات اب ہم ان اعتراضات کی طرف توجہ کرتے ہیں جو اس پیشین گوئی کی مذکورہ بالا تعبیر پروسرول کی طرف سے کیے گئے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ بنی اسرائیل کے بھائی صرف بنی اسماعیل ہی تو نہیں ہیں۔ بنی عیسو بھی ان کے بھائی ہیں حضرت ابراہیم کی بیوی قطورا کی اولاد بھی ان کے بھائیوں میں سے ہے۔

ہم تسلیم کرتے ہیں کہ یہ سب بھی ان کے بھائیوں میں سے ہیں مگر ان میں کون ایسا پیدا ہوا جس پر اس پیشینگوئی کی دوسری علامتیں صادق آتی ہوں؟ پھر توراۃ میں کسی جگہ بھی ان کے متعلق کوئی وعدہ نہیں کیا گیا بخلاف اس کے بنی اسماعیل کے حق میں اللہ نے حضرت ابراہیم اور حضرت ہاجرہ دونوں سے وعدے کیے ہیں جو توراۃ میں مذکور ہیں۔

علاوہ بریں بنی عیسو میں کوئی شخص اس پیشین گوئی کا مصداق نہیں ہو سکتا کیونکہ حضرت اسحاق نے حضرت یعقوب اور ان کی اولاد کو برکت دی اور عیسو اور اس کی اولاد کو برکت نہ دی۔ (ملاحظہ ہو کتاب پیدائش، باب ۲۷)

علماء پروٹسٹنٹ نے دو اعتراض اور کیے ہیں جن کو صاحب المیزان نے اپنی کتاب حل الاشکال فی جواب الاستفسار میں نقل کیا ہے۔

اول یہ کہ کتاب الاستثناء کے باب ۱۸ آیت پندرہ میں جو پیشین گوئی مذکور ہے اس میں آنے والے نبی کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ "خداوند تیرا خدا تیرے لیے تیرے ہی درمیان سے تیرے ہی بھائیوں میں سے میرے مانند ایک نبی برپا کرے گا۔" پس لفظ "تیرے ہی درمیان سے" اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ نبی اولاد اسرائیل میں سے ہونا چاہیے نہ کہ اولاد اسمٰعیل میں سے۔

دوم یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام نے خود اس پیشین گوئی کا مصداق اپنے آپ کو ٹھیرایا ہے۔ چنانچہ انجیل یوحنا باب ۵ آیت ۴۶ میں ان کا یہ قول مذکور ہے کہ "اگر تم موسیٰ پر ایمان لاتے تو مجھ پر بھی ایمان لاتے اس لیے کہ اس نے میرے حق میں لکھا ہے۔"

میں کہتا ہوں کہ "تیرے ہی درمیان سے" کہنے کے بعد "تیرے ہی بھائیوں میں سے" جب کہا گیا تو صاف ظاہر ہو گیا کہ "تیرے ہی درمیان سے" کہنے کا مقصود دراصل "بنی اسرائیل کے درمیان سے" نہیں ہے بلکہ "ان کے بھائیوں میں سے" ہی ہے۔ پھر یہ بات آگے چل کر اور زیادہ واضح ہو جاتی ہے۔ آیت اٹھارہ میں جب دوبارہ اس وعدے کو حضرت موسیٰ نے دہرایا تو یوں کہا کہ "میں ان کے لیے ان کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا" یہاں "ان کے درمیان سے" نہیں کہا گیا۔ پطرس حواری نے جہاں اس پیشینگوئی کو نقل کیا ہے وہاں بھی صرف "تمہارے بھائیوں میں سے" کہا گیا ہے۔ "تمہارے درمیان سے" نہیں کہا گیا۔

(ملاحظہ کتاب الاعمال باب ۳ آیت ۲۲) استفانوس نے بھی یہ پیشینگوئی اسی طرح نقل کی ہے، چنانچہ کتاب الاعمال کے باب ۷، آیت ۳۷ میں اس کا یہ قول مذکور ہے:۔

یہ وہی موسیٰ ہے جس نے بنی اسرائیل سے کہا کہ خداوند جو تمہارا خدا ہے تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لیے مجھ سا ایک نبی ظاہر کرے گا اس کی سنو۔"

ان تمام حوالوں سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ کتاب استثناء، باب ۱۸ کی آیت ۱۵ میں "تیرے ہی درمیان سے" جو کہا گیا ہے اس سے یہ مقصود نہیں ہے کہ آنے والا نبی اولاد اسرائیل سے ہوگا۔ اہل کتاب کی عادت جاریہ کو دیکھتے ہوئے یہ بھی بعید نہیں کہ آیت مذکورہ میں "تیرے ہی درمیان سے" کا اضافہ بعد میں کر دیا گیا ہو۔

رہا دوسرا اعتراض تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کا جو قول یوحنا نے نقل کیا ہے وہ صرف اسی قدر ہے کہ "اس نے میرے حق میں لکھا ہے"۔ یہاں اس امر کی تصریح نہیں ہے کہ موسیٰ نے میرے حق میں فلاں موقع پر فلاں پیشینگوئی کی ہے۔ یہ مجمل بیان حضرت موسیٰ کی کسی خاص پیشینگوئی سے متعلق نہیں ہے، بلکہ اس میں مطلقاً صرف یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ مجھ سے پہلے موسیٰ علیہ السلام میرے حق میں لکھ گئے ہیں۔ اس کو کس دلیل سے استثناء باب ۱۸ کی پیشینگوئی کے لیے خاص کیا جاتا ہے؟

دوسری بشارت

کتاب الاستثناء باب ۳۲ میں تفصیل کے ساتھ بیان ہوا ہے کہ بنی اسرائیل نے کس طرح خدا کی ناشکری کی، اور خدا نے جو انعامات ان پر کیے تھے ان سب کو بھلا دیا، اپنے خالق کو چھوڑ بیٹھے اجنبی معبودوں کی پرستش کی، شیطانوں کے لیے قربانیاں کیں خدا کے

مقابلے میں کج روی اور گردن کشی اختیار کی، یہاں تک کہ غیرت الٰہی جوش میں آ گئی اور ان کے قابل نفرت کاموں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا غضب بھڑک اٹھا۔ پھر یہ سب بیان کرنے کے بعد لکھا ہے۔

"اور جب خداوند نے یہ دیکھا تو ان سے نفرت کی اس لیے کہ اس کے بیٹوں اور اس کی بیٹیوں نے اسے غصہ دلایا۔ اور اس نے یہ فرمایا کہ میں ان سے اپنا منہ چھپاؤں گا تاکہ میں دیکھوں کہ ان کا انجام کیا ہوگا اس لیے کہ وے کج نسل ہیں ایسے لڑکے جن میں امانت نہیں۔ انہوں نے اس کے سبب سے جو خدا نہیں مجھے غیرت دلائی اور اپنی واہیات باتوں سے مجھے غصہ دلایا سو میں بھی انہیں اس سے جو گروہ نہیں غیرت میں ڈالوں گا۔ اور ایک بے عقل قوم سے انہیں خفا کروں گا"

(آیت ۱۹—۲۱)۔

اس پیشنگوئی کا مفہوم یہ ہے کہ بنی اسرائیل کو ان کے اعمال کی سزا یہ دی جائے گی کہ ان کو گرا کر ایک دوسری قوم کو اٹھایا جائیگا جس کی وجہ سے ان کی غیرت کو صدمہ پہنچے گا اور ان کی آتش حسد بھڑکے گی۔ یہ قوم جس کو بنی اسرائیل کے بعد اللہ تعالیٰ برگزیدہ کرنے والا تھا، اس کی دو علامتیں بیان کی گئی ہیں :—

پہلی علامت یہ ہے کہ وہ "گروہ نہیں"۔ عربی ترجموں میں غیر شعب اور لیس شعباً کے الفاظ سے اس مفہوم کو ادا کیا گیا ہے۔ انگریزی ترجمہ کے الفاظ یہ ہیں۔

I will move them to jealousy with those which are not a people ;

ان سب ترجموں کو ملا کر پڑھنے سے مقصود یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک منتشر و پراگندہ

قوم ہے جس پر ایک قوم کا اطلاق بھی نہیں ہوتا۔ اقوام عالم میں وہ کسی شمار و قطار میں نہیں
دوسری علامت یہ ہے کہ وہ ایک "بے عقل" قوم ہے۔ عربی ترجموں میں شعب جاہل
او رامۃ غبیۃ کے الفاظ سے اس مفہوم کو ادا کیا گیا ہے انگریزی ترجمہ کے الفاظ یہ ہیں :-

I will provoke them to anger with a foolish nation

ان ترجموں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل میں کوئی ایسا لفظ استعمال کیا گیا تھا جو "جہالت" اور "ضلالت" کے معانی پر حاوی تھا۔

ان دو علامتوں کے سوا اشارۃ النص سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ کوئی ایسی قوم ہونی چاہئے جس کو یہودی حقیر و ذلیل سمجھتے ہوں، تاکہ جب اپنے مقابلہ میں اس کو بڑھتے دیکھیں تو ان کی غیرت کو سخت صدمہ پہنچے اور ان کی آتش حسد بری طرح بھڑکنے لگے۔

اب تاریخ کی طرف نظر اٹھا کر دیکھئے تو معلوم ہوگا کہ زوال بنی اسرائیل کے بعد جتنی قومیں ابھری ہیں ان میں سے بجز قوم عرب کے اور کسی پر یہ علامتیں راست نہیں آتیں۔ بابل، یونان اور روم میں سے کوئی ان کا مصداق نہیں ہو سکتا۔ صرف اہل عرب ہی تھے جن کو قبائل اور بطون کی عصبیت نے اس قدر منتشر کر رکھا تھا کہ ان میں درحقیقت کوئی قومیت نہ پائی جاتی تھی۔ (اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا) ان کی جہالت و ضلالت بھی انتہائی حدود تک پہنچی ہوئی تھی (هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ)۔ نیز چونکہ وہ لونڈی (حضرت حاجرہ) کی اولاد سے تھے۔ اس لیے یہودی ان کو بہت حقیر سمجھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں مبعوث ہوئے تو یہودی مارے حسد کے جلے جاتے تھے اور ان میں سے

بہتوں نے آپ کی نبوت کو پہچان لینے کے باوجود اسلام لانے سے محض اس بنا پر اعتراض کیا کہ بنی اسماعیل کے نبی کو ماننا ان کو گوارا نہ تھا۔

تیسری بشارت

کتاب استثنا، باب ۳۳ میں ہے۔

"اور یہ وہ برکت ہے جو موسیٰ مرد خدا نے اپنے مرنے سے پہلے بنی اسرائیل کو بخشی اور اس نے کہا کہ خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر طلوع ہوا۔ فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا اور اس کے دہنے ہاتھ ایک آتشی شریعت ان کے لیے تھی۔ (آیت ۱-۲)

یہاں خداوند کا سینا سے آنا حضرت موسیٰ کو تورات عطا کرنا ہے اور اس کا شعیر سے طلوع ہونا عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل عطا کرنا ہے اور اس کا فاران کے پہاڑ سے جلوہ گر ہونا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن نازل کرنا ہے کیونکہ فاران کے متعلق تحقیق ہے کہ وہ مکہ کے پہاڑوں میں سے ہے عیسائی مصنفین نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ فاران اس صحرا کا نام ہے جو سینا کے مشرق میں واقع ہے۔ اس بحث کا تصفیہ جغرافی تحقیقات سے تعلق رکھتا ہے جس کا یہاں موقع نہیں مصنفین اسلام ان کے اس دعوے کا ابطال پوری قوت کے ساتھ کر چکے ہیں، جو شخص اس باب میں اپنی تشفی چاہتا ہو وہ ان کی کتابوں کا مطالعہ کرے مگر ہم کہتے ہیں کہ خود اس آیت میں جو اشارات پائے جاتے ہیں وہ بھی عیسائی مصنفین کے دعوے کی تائید نہیں کرتے خدا کے آنے اور اس کے طلوع ہونے اور اس کے جلوہ گر ہونے کا مفہوم بجز اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ اس کی طرف سے علم و عرفان کی روشنی نازل ہو۔

بالفاظ دیگر اس سے مراد نزول وحی اور تنزیل کتاب اور اعطائے شریعت ہے۔ اب دیکھیے کہ اس اشراق ربانی کے تین مقام بتائے گئے ہیں۔ سینا، شعیر اور کوہ فاران۔ ان میں سے پہلا مقام بالاتفاق وہ ہے جہاں حضرت موسیٰ پر سب سے پہلے نور خداوندی ظاہر ہوا۔ دوسرا مقام سلسلہ کوہ سعیر ہے۔ یہ جنوبی علاقہ جلیل (Galilee) کے عین سرے پر واقع ہے۔ جہاں مسیح علیہ السلام پیدا ہوئے اور جہاں انہوں نے اپنی دعوت پھیلائی۔ رہا تیسرا مقام تو اس کے لیے آیت زیر بحث میں جبل یا پہاڑی کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ عیسائی مصنفین زیادہ سے زیادہ اسی قدر دعوےٰ کرسکے ہیں کہ جزیرہ نمائے سینا میں فاران ایک ریگستان ہے۔ کسی جبل فاران کا نشان انہوں نے اس ریگستان میں نہیں دیا۔ بخلاف اس کے مکہ کی پہاڑیوں میں جبل فاران ایک مشہور چیز ہے۔ نیز وہ یہ بھی نہیں بتاسکے کہ ان کے فارانِ مزعوم سے نور ربانی کا اشراق کب ہوا اور کس پر ہوا؟ وہ کون تھا جو وہاں دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا؟ اس ریگستان میں کس کے دہنے ہاتھ پر آتشی شریعت رکھی گئی؟ ان علامتوں پر انصاف اور بے تعصبی کے ساتھ غور کیا جائیگا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور کسی کو ان کا مصداق نہیں ٹھیرایا جاسکتا۔ کیونکہ آپ ہی جبل فاران کے جوار میں پیدا ہوئے۔ پھر آپ ہی فتح مکہ کے موقع پر دس ہزار قدسیوں کے ساتھ اس مقام پر جلوہ گر ہوئے اور آپ ہی کا ہاتھ تھا جو "آتشی شریعت" یعنی مجاہدانہ شریعت کا حامل ہوا۔

(باقی)